خنسار: حالات زندگی اور مرثیہ گوئی

از جنابہ زہرہ کفیل۔ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ

تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ جاہلیت کی ممتاز ترین شاعرہ خنسآر کی نفسیاتی حالت ایمان لانے کے بعد ایسی بدل گئی تھی کہ جنگ یرموک میں اپنے تمام لڑکے کٹوا دیئے اور جب آخری لڑکا بھی شہید ہو چکا تو پکار اٹھی الحمد للہ الذی اکرمنی بشہادتھم" محترمہ زہرہ کفیل نے اس مشہور شاعرہ کے حالات قدرے اختصار کے ساتھ قلم بند کیے ہیں جنھیں "برہان" میں شائع کیا جا رہا ہے — "برہان"

قدیم عربی شاعری میں مرثیہ گوئی کو بلند مقام حاصل ہے۔ مشہور بہادروں اور رؤسار کی موت پر ہمیشہ مرثیے کہے جاتے تھے۔ جن میں مرنے والے کی اولوالعزمی، شجاعت، فراخ حوصلگی اور اصول پرستی کی تعریف کی جاتی تھی۔ مرثیہ گوئی میں بعض عرب شاعرات نے بہت شہرت حاصل کی ہے۔ اور ان میں خنسار کا نام سرِفہرست آتا ہے۔ عرب کی شاعر عورتوں میں اسلام سے قبل یا اسلام کے بعد کوئی ایسی شاعرہ نہیں گذری جو متانتِ شعر، نزاکتِ الفاظ اور حلاوتِ ترکیب میں خنسار سے بازی لے جائے۔ مرثیہ گوئی میں وہ نہ صرف شاعرات بلکہ شاعروں میں بھی منفرد حیثیت رکھتی ہے۔

ابتدائی حالات | اس کا اصل نام تماضر بنت عمرو بن الشرید تھا اور لقب خنسار۔ اس کا والد بنو سلیم کے امرار میں سے تھا۔ مورخین کا اندازہ ہے کہ اس کی پیدائش چھٹی صدی کے نصف آخر میں کسی وقت ہوئی ہوگی۔ جس طرح اس کی تاریخِ پیدائش کے متعلق کوئی یقینی بات کہنا مشکل ہے اسی طرح اس کی ابتدائی زندگی کے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں اس کی زندگی کے حالات کی تفصیل اسی وقت سے ملتی ہے جب سے اس نے شاعری شروع کی اور درید بن الصمة

نے اسے شادی کا پیغام دیا۔ خنساء اپنے قبیلہ میں حسن وجمال کی وجہ سے مشہور، اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی اور اپنے بھائیوں کی آنکھ کا تارا تھی۔ درید بن الصمۃ جو اپنے زمانہ کا مشہور شاعر، شہسوار میدانِ جنگ کا ہیرو اور اپنے کارناموں کی وجہ سے مشہور تھا ایک دن بنوسلیم کے خیمہ گاہ کے پاس سے گذرا۔ خنساء اس وقت خیمہ سے باہر اپنے باپ کے ایک بیمار اونٹ کے زخموں پر مرہم لگارہی تھی۔ درید نے اسے دیکھا تو بے قرار ہوگیا۔ دوسرے دن وہ اس کے والد عمرو کے پاس آیا اور خنساء کیلئے نکاح کا پیغام دیا۔ عمرو نے اسے اعزاز واکرام کے ساتھ بٹھایا اور کہا کہ آپ کی شرافت اور نجابت میں کوئی شبہ نہیں لیکن خنساء بڑی آزادی پسند لڑکی ہے اس لئے اس کی رائے دریافت کرنی ضروری ہے۔ خنساء نے درید کا پیغام سن کر اپنے باپ کو جواب دیا کہ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ کر بنو جشم کے ایک بڈھے سے شادی کروں گی جو عنقریب قبر میں جانے والا ہے۔ درید یہ سن کر واپس چلا گیا اور ایک نظم میں اس نے خنساء کی بدمذاقی کا تذکرہ کیا۔ جب لوگوں نے خنساء کو اس کا جواب لکھنے کی ترغیب دی تو اس نے کہا کہ میں نے درید کو ٹھکرا دیا یہی کافی ہے۔ میں اس کی ہجو نہیں لکھوں گی۔

ازدواجی زندگی | درید کو ٹھکرانے کے بعد خنساء نے اپنے چچازاد بھائی رواحہ سے شادی کی۔ معاشی بدحالی، خانگی جھگڑوں اور رواحہ کی فضول خرچیوں کی وجہ سے دونوں میں ناچاقی ہوکر نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ رواحہ کے بعد خنساء کی دوسری شادی اپنے ہی قبیلہ کے ایک اور نوجوان مرداس بن عامر سے ہوئی۔ خنساء نے اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ ایک طویل عرصہ گذارا۔ مرداس سے خنساء کے تین لڑکے: معاویہ، یزید اور عمر، ایک لڑکی عمرہ پیدا ہوئی۔ مرداس کی وفات کے بعد خنساء نے مرثیہ بھی لکھا۔

قبولِ اسلام | ۸ھ میں خنساء ایک وفد کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام قبول کرکے اس نے آپ سے بیعت کی۔ اس موقعہ پر اس نے کچھ اشعار بھی آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے ان کو پسند فرمایا اور یہ کہا کہ اے خنساء اور سناؤ۔ اس کی وفات کے متعلق زیادہ

تفصیلات نہیں ملتی ہیں۔ اتنا تو ثابت ہے کہ وہ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئی اور اس نے وہاں اپنے تینوں لڑکوں کو جنگ میں جوش و خروش کے ساتھ حصہ لینے کی ترغیب دی۔ یکے بعد دیگرے تینوں لڑکے رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں آئے۔ بے جگری سے مقابلہ کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔ جب ان کی شہادت کی خبر خنساء نے سنی تو صرف اتنا اس کی زبان سے نکلا "خدا کا شکر ہے کہ جس نے مجھے ان کی شہادت سے عزت بخشی اور میں امید کرتی ہوں کہ وہ جلد مجھے ان سے جنت میں ملائے گا۔"

وفات
حضرت عمرؓ نے خنساء کے لئے بیت المال سے روزینہ مقرر کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کا دور خلافت آیا تو حضرت عثمانؓ نے بھی اس کے وظیفہ کو برقرار رکھا۔ خنساء کی عمر اب کافی ہو چکی تھی، بینائی کمزور ہو گئی تھی اور اپنے دونوں بھائی معاویہ اور صخر کے غم میں وہ گھل گئی تھی اسی حالت میں اس نے ۲۴ھ میں بادیہ میں وفات پائی۔ یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ وفات کے وقت اس کے پاس کون کون لوگ تھے اور کن لوگوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ خنساء جس نے ساری عمر مرثیہ گوئی میں گزاری، اس کی موت کے بعد کسی نے اس کیلئے مرثیہ نہیں لکھا

خنساء کی شخصیت
خنساء کی شخصیت کا سب سے اہم عنصر اس کی شجاعت ہے۔ درید بن الصمۃ کے پیغام پر اس کے باپ کا یہ کہنا کہ خنساء آزاد اور خود مختار ہے اس کی شجاعت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے درید جیسے شہسوار، رزم و بزم کے ہیرو اور مشہور سردار کو ٹھکرا دیا۔ وہ عرب کے میلوں ٹھیلوں میں شریک ہوتی تھی اور بے جگری کے ساتھ اپنے باپ، بھائی اور قبیلہ والوں کے کارناموں پر فخریہ اشعار پڑھتی تھی۔

زمانہ جاہلیت میں قبائلی تعصب کا بہت چرچا تھا اور اہل عرب کی یہ خاص عادت تھی کہ وہ اپنے قبیلہ اور ان کے حلیفوں کے کارناموں کو خوب بڑھا چڑھا کر پیش کرتے تھے۔ خنساء بھی اس تعصب کا شکار تھی۔ اسی وجہ سے اس نے بنو جشم کے سردار درید کے پیغام کو ٹھکرا دیا اور اپنے قبیلہ کے کسی نوجوان سے شادی کرنے کو ترجیح دی۔ اسے اپنے خاندان سے اس قدر محبت تھی کہ جب اس کا بھائی معاویہ میدان جنگ میں مارا گیا تو وہ اس کے فراق میں زندگی بھر روتی رہی۔ صخر کی موت نے تو اس کی کمر ہی توڑ دی اور اس کا غم دگنا اور چوگنا ہو گیا۔ اس نے اپنے شوہر

باپ اور قبیلے کے دوسرے افراد کا مرثیہ لکھا جس میں ان سبھوں کی فیاضی اور شجاعت پر بھرپور داد دی ہے۔

غنسار کی شاعری پر جاہلیت کا اثر | غنسار کی عمر کا بیش تر حصہ زمانۂ جاہلیت میں گذرا۔ دورِ جاہلیت کے تمام اوصاف اور خصائص اس کی زندگی کا جزء بن چکے تھے۔ چنانچہ اسلام لانے کے بعد بھی اسلامی اثرات اس پر پوری طرح غالب نہیں آسکے۔ اس کا لباس اور رہن سہن جاہلی طرز پر تھا۔ اس سلسلے میں متعدد واقعات نقل کئے جاتے ہیں:

ابن اعرابی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ غنسار کسی ضرورت سے مدینہ آئی۔ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین غنسار جاہلیت کے لباس میں مدینہ آئی ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ اسے نصیحت کریں۔ حضرت عمرؓ غنسار کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کہ اے غنسار کس چیز نے تمہاری آنکھوں کو زخمی کر دیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ سادات مضر پر گریہ و زاری نے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ لوگ تو زمانہ جاہلیت میں ہلاک ہوئے ہیں اور سب جہنم کے ایندھن ہیں۔ غنسار نے جواب دیا کہ اسی بات کا تو مجھے بھی غم ہے۔ کاش وہ اسلام پر مرتے۔ پھر حضرت عمرؓ کی فرمائش پر اس نے کچھ اشعار سنائے جنھیں سن کر خلیفہ موصوفؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ اسے اپنی حالت پر چھوڑ دو وہ ہمیشہ روتی رہے گی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضورؐ کے انتقال کے بعد غنسار ایک مرتبہ حضرت عائشہ کے پاس زمانۂ جاہلیت کا لباس جس کو "صدار" کہتے ہیں پہن کر آئی۔ حضرت عائشہ نے اس کو صدار پہنے ہوئے اور سر منڈوائے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اے غنسار صدار پہننے کی تو اسلام میں ممانعت آئی ہے پھر بھی تم اسے پہنے ہوئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اے ام المؤمنین مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ لیکن حضرت عائشہ کی اس ملامت کے بعد بھی وہ صدار پہنا کرتی تھی۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ یوں نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ بیت الحرام میں غنسار کو دیکھا جو صدار پہنے ہوئے اور سر منڈائے ہوئے طواف کر رہی ہے۔ طواف ہی کے دوران اپنے منہ پر تھپیڑ بھی مارتی جا رہی ہے اور اپنی اوڑھنی میں اس نے اپنے مقتول بھائی صخر کا ایک جوتا لٹکا رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو نصیحت کی تو اس نے جواب دیا کہ مجھ پر ایسی مصیبت پڑی ہے کہ اہل عرب میں سے کسی

پر ایسی مصیبت نہیں آئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اور بھی ایسے لوگ گذرے ہیں جن پر تم سے بڑی مصیبت پڑی ہے لیکن اسلام سے ماقبل کی تمام چیزوں کو منسوخ کر دیا ہے اور اب ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی اس نصیحت کے بعد خنساء نے اپنے بال بڑھا لئے، صدار پہننا ترک کر دیا اور سر ڈھانپنے لگی۔ چنانچہ اپنے ایک شعر میں وہ کہتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ "میں نے صبر کو سب سے بہترین چیز پائی ہے۔ جوتے اور منڈے ہوئے سر اور صدار کی بہ نسبت۔"

مرثیہ گوئی | یہ بات مسلّم ہے کہ مردوں کی بہ نسبت عورتیں زیادہ ذکی الحس اور جلدی اثر قبول کرنے والی ہوتی ہیں۔ غم کے موقعہ پر عورتیں مردوں کی بہ نسبت زیادہ غمزدہ اور خوشی کے موقع پر زیادہ خوش نظر آتی ہیں۔ بدوی زندگی میں مردانگی کے جواہر میں عمدہ کارنامے، میدان جنگ میں صلاحیتوں کا مظاہرہ رزم اور بزم میں مہارت اور شجاعت و فیاضی کا شمار ہوتا تھا۔ مرد گھر کے داخلی اور خارجی معاملات میں خود مختار ہوتا تھا۔ جب بھی کسی قبیلہ میں مندرجہ بالا صفات کا حامل شخص قتل کر دیا جاتا یا مر جاتا تو اس سے مردوں کی بہ نسبت عورتوں کو زیادہ صدمہ پہنچتا تھا اس موقعہ پر وہ دل کھول کر نوحہ کرتی تھیں کیونکہ در ان کی عصمت و عفت کا محافظ ہوتا تھا۔ دورِ جاہلی میں رونا دھونا مردوں کی شان کے بالکل خلاف سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ جنگ و جدل، خوں ریزی اور انتقام سے مردوں کو اتنی فرصت نہیں ملتی تھی کہ وہ مرنے والوں پر ماتم کریں اس لئے یہ کام عورتوں کے لئے بالکل خاص ہو کر رہ گیا تھا۔ عربوں کے یہاں شاعر کا تصور نہایت اونچا تھا۔ وہ اسے مافوق الفطرت طاقتوں سے متصف سمجھتے تھے۔ شاعر ان کے نزدیک وہی ہوتا تھا جو غیبی معلومات رکھتا ہو۔ بہادر اور ماہر جنگ ہو۔ علم، تجربہ، فکر اور دانش میں اپنے قبیلہ والوں پر فائق ہو۔ اس کے کلام سے قبیلہ کے کارنامے شہرت دوام حاصل کر لیتے تھے۔ وہ اپنے کلام سے قبیلہ کی نیک نامی کو چار چاند لگا دیتا تھا۔ اسی طرح عورتیں اپنے مرثیوں کے ذریعہ ان جاں بازوں کی یاد کو تازہ رکھنے کا کام انجام دیتی تھیں جنھوں نے قبیلہ کی آن بان کی خاطر خود کو قربان کر دیا تھا۔ مرثیہ گوئی عورتوں کے ساتھ خاص ہو کر رہ گئی تھی۔ مصطفی صادق الرافعی اپنی کتاب تاریخ آداب العرب میں لکھتے ہیں کہ "شاعر قبیلہ کے سیاسی حالات کا ترجمان تھا اور اپنے

اشعار کے ذریعہ قبیلہ کے کارناموں کو پھیلانے کا کام انجام دیتا تھا۔ شاعرہ قبیلہ کے غم واندوہ کی ترجمان ہوتی تھی اور گذرے ہوئے جاں بازوں کے کارناموں کو اپنے اشعار سے لوگوں میں پھیلاتی تھی اس طرح شعراء اور شاعرات کا الگ الگ فریضہ تھا۔"

معاویہ اور صخر کی موت سے قبل اور بعد میں خنساء کی شاعری | خنساء نے بھی اپنے مرثیوں کے ذریعہ سے اپنے قبیلہ کی شان اور اس کے جاں بازوں کی آن کو برقرار رکھنے کا فریضہ انجام دیا۔ اس نے اپنے اشعار میں اپنے باپ، دونوں بھائیوں معاویہ اور صخر، اپنے شوہر مرداس اور قبیلہ کے دیگر شہ سواروں کا مرثیہ لکھا۔ یوں تو بھائیوں سے بہنوں کو محبت ہوتی ہے لیکن خنساء نے جس انداز میں محبت کی وہ بالکل نرالا انداز تھا۔ اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں وہ دوسری عرب شاعرات کی طرح دو چار اشعار کہہ لیا کرتی تھی۔ چنانچہ مصطفی صادق الرافعی لکھتے ہیں کہ "عرب عورتوں میں اصل شاعری مرثیہ گوئی ہی تھی۔ دیگر اصناف سخن میں ان کے بہت کم اشعار ملتے ہیں ان میں خنساء اور لیلی اخیلیہ بہت مشہور ہیں۔ خنساء کا معاملہ یہ ہے کہ دیگر شاعرات کی طرح پہلے وہ شوقیہ طور پر دو چار اشعار کہہ لیا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ اس کا باپ اور دونوں بھائی مارے گئے۔ خاص طور پر اپنے چھوٹے بھائی صخر کے مارے جانے کے بعد اس کے ضبط کا دھارا ٹوٹ گیا اور غم برداشت سے باہر ہو گیا۔ دن رات اپنے والد اور بھائیوں کے غم میں وہ آنسو بہایا کرتی تھی۔ غالباً اسی غم نے اسکو قبل از وقت بوڑھا بنا دیا تھا۔" اسی کو اپنے شعر میں وہ کچھ اس طرح کہتی ہے کہ "خدا کی قسم معاویہ اور صخر دونوں کس قدر جنگ آزما اور بہادر تھے۔ میدان جنگ، ضیافت مہمانان، جود و سخا اور ہر معاملات میں وہ پیش پیش رہتے تھے۔ ان کی موت۔ نے مجھے قبل از وقت بوڑھا کر دیا ہے۔"

واقدی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب بدر کی لڑائی ہوئی اور اس میں عتبہ شیبہ اور ولید بن عتبہ مارے گئے تو ہند بنت عتبہ نے مرثیہ کہا۔ اسے یہ پتہ چلا کہ خنساء بھی اپنے باپ اور بھائیوں پر روتی ہے اور اپنے غم کو سب سے بڑی مصیبت بتاتی ہے۔ سوق عکاظ میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ ہند نے خنساء سے سوال کیا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم لوگوں سے یہ کہتی ہو

کہ عرب میں سب سے بڑی مصیبت تم پر آئی ہے کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ کس بنا پر تم یہ کہہ رہی ہو؟ خنسار نے جواب دیا کہ مجھے اپنے باپ اور بھائیوں کا صدمہ ہے۔ خنسار نے ہند سے پوچھا کہ تم اپنے صدمہ کو سب سے بڑا کس طرح کہتی ہو؟ ہند نے جواب دیا کہ مجھے اپنے باپ عتبہ، چچا شیبہ اور بھائی ولید کے مارے جانے کا غم ہے۔ اس کے بعد اس نے کچھ اشعار سنائے۔ پھر خنسار نے بھی اپنا ایک مرثیہ سنایا جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ میں اپنے باپ عمرو پر کثرت سے آنسو بہاتی ہوں۔ زمانہ نے میرے خاندان، باپ اور بھائیوں کو ختم کر دیا۔ میں اس طرح روتی ہوں کہ آنسو خشک نہیں ہوتے ہیں۔"

اپنے ایک مرثیہ میں وہ صخر کا مرثیہ ان اشعار سے کہتی ہے

یؤرقنی التذکر حین أمسی　　فیردعنی مع الاحزان نکسی

یذکرنی طلوع الشمس صخراً　　وأذکرہ لکل غروب شمس

فلولا کثرۃ الباکین حولی　　علی اخوانھم لقتلت نفسی

ترجمہ: مجھے یاد بیدار رکھتی ہے جب میں شام کرتی ہوں۔ غم کے ساتھ ابتلار مرض مجھے لوٹ کے لگاتی ہے سورج کا طلوع ہونا مجھے صخر کی یاد دلاتا ہے اور ہمیشہ غروب ہوتے ہی اس کو یاد کرتی ہوں۔ اگر میرے اردگرد اپنے بھائی بندوں پر رونے والوں کا مجمع نہ ہوتا تو خود کو مار ڈالتی۔

اس مرثیہ میں خنسار نے جس غم واندوہ کا اظہار کیا ہے اس کی مثال عربی شاعری میں بہت ہی کم ملتی ہے۔ پورے قصیدے کو پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ خنسار کو اپنے بھائی سے شدید محبت تھی اور اس کے غم میں گھل کر اس نے جان دیدی۔ چنانچہ وہ کہتی ہے:

فلم اسمع بہ رزاء الجنّ　　ولم ارمثلہ رزءالانس

فقد ودعت یوم فراق صخر　　ابی حسان لذاتی والنسی

ترجمہ: میں نے جناتوں کے لئے اتنی بڑی مصیبت نہیں سنی اور نہ ہی انسانوں کے لئے ایسی مصیبت دیکھی میں نے صخر کے فراق کے دن سے تمام لذت ونعمت اور انسیت کو خیرباد کہدیا ہے۔

ایک دوسرے مرثیہ میں اپنے دونوں بھائیوں پر نوحہ خوانی کرتے ہوئے خدا سے دعا بھی مانگتی ہے۔